قسط نمبر 2

کیا قرآن سے حلالہ ملعونہ مروجہ کا اثبات ہوتا ہے؟

جواز کے دلائل کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف...... مدیر شعبہ تحقیق و تالیف دار السلام۔ لاہور

علمائے احناف سے بھی چند سوال

علمائے احناف بھی اس کی وضاحت فرمائیں کہ بے غیرتی اور لعنت الٰہی والا راستہ پسندیدہ ہے یا تقلیدی جمود کا راستہ جس میں قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے گریز کیے بغیر آدمی نہیں چل سکتا؟

یہ بھی وضاحت فرمائی جائے کہ اسلام بے غیرتی والا دین ہے یا غیرت والا؟ اسلام نے کسی بھی مرحلے میں بے غیرتی کی تعلیم دی ہے؟

نیز کیا اسلام میں ایک شخص کے جرم کی سزا کسی دوسرے شخص کو دی جا سکتی ہے؟ تیسری طلاق دینے کا جرم تو مرد (خاوند) کرتا ہے لیکن آپ حضرات اس کی سزا عورت (بیوی) کو دیتے ہیں کہ ایک دو راتوں کیلئے اسے کرائے کے سانڈ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کیا اسلام میں اس بے انصافی کی اجازت ہے؟ اور کیا یہ قرآن کریم کی آیت ﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ [بنی اسرائیل: ۱۵] کے خلاف نہیں ہے؟

اور کیا یہ فتوی حلالہ خلاف عقل بھی نہیں ہے؟ تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ جرم کی سزا مجرم کو دی جائے اور آپ حضرات اس کی سزا اس کو دیتے ہیں جو سراسر بے قصور ہے۔ البتہ ایک غیرت مند کی چند راتیں اس کرب میں ضرور گزرتی ہیں کہ اس کی بیوی کو کب کرائے کے سانڈ سے آزادی ملتی ہے اور وہ ''باعزت'' اس کے پاس واپس آتی ہے؟

عموم قرآن کی تخصیص میں، حدیث رسولؐ سے گریز کے نقصانات

بہر حال بات ہو رہی تھی، قرآن کریم کے الفاظ ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ کی کہ حدیث

رسول (لعن اللہ المحلل......) نے اس نکاح کو خاص کر دیا ہے اس نکاح کے ساتھ جو آباد رہنے کی نیت سے کیا جائے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں نکاح کا صرف یہی طریقہ رکھا گیا ہے۔ عارضی نکاح، چاہے وہ متعے کی صورت میں ہو، حلالہ مروجہ کی صورت میں ہو یا اب بعض متجددین نے ایک تیسرا طریقہ گھڑا ہے کہ کسی ملک میں تعلیم کے دوران کسی مقیم عورت سے عارضی طور پر چند مہینوں یا چند سالوں کیلئے نکاح کرلیا جائے۔ یہ سارے ممنوع اور یکسر حرام ہیں۔ اسلام میں نکاح صرف وہی ہے جو ہمیشہ آباد رہنے کی نیت سے کیا جائے اور مذکورہ تینوں صورتوں میں یہ نیت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے برعکس سب میں اغراض فاسدہ کی کارفرمائی ہے۔ اسلام اغراض فاسدہ کی خاطر نکاح جیسے اہم فریضے کی تقدیس کو خاک میں ملانے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ اس لیے عارضی نکاح کی مذکورہ تینوں صورتیں اسلام میں حرام ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والے ملعون ہیں۔ اور اسی میں فراہی گروہ کی وہ چوتھی صورت بھی آجاتی ہے جو شریعت کے تجویز کردہ حلالے میں ہم بستری کو مولانا تقی عثمانیؒ صاحب کی طرح عموم قرآن کے خلاف قرار دیتا ہے۔ اس گمراہی کی بنیاد بھی حدیث رسول سے گریز ہی ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ "تَنکِحَ" کے عموم کو ہم حدیث (خبر واحد) سے مخصوص نہیں کر سکتے، یہ قرآن کریم پر زیادتی ہے۔ اور فراہی گروہ بھی کہتا ہے کہ ہم بستری کی شرط عموم قرآن کے خلاف اور قرآن پر زیادتی ہے۔

گویا حدیث رسول ﷺ سے قرآن کریم کی تفسیر و توضیح اور اس کے عموم کی تخصیص، قرآن پر زیادتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حدیث رسولؐ کی ایسی بے توقیری اور بے حیثیتی سے ہزار بار پناہ۔

محترم! اول تو یہ باتیں منکرین حدیث کی ہیں جو حدیث کو حجت نہیں مانتے۔ اگر آپ بھی صرف انہی حدیثوں کو مانتے ہیں جو خود ساختہ فقہ کے مطابق ہیں اور جو فقہ میں بیان کردہ مسائل کے خلاف ہیں، وہ (نعوذ باللہ) قرآن پر زیادتی ہیں اور مردود ہیں۔ تو منکرین حدیث بھی تو ان حدیثوں کو مانتے ہیں جو ان کی عقول حیلہ ساز کے مطابق ہیں (بالکلیہ حدیث کے منکر تو وہ بھی نہیں) تاہم ان حدیثوں کو وہ بھی قرآن پر زیادتی قرار دے کر ردّ کر دیتے ہیں جو ان کے خود ساختہ "نظام ربوبیت" کے خلاف ہیں اور تکنیک وہ بھی یہی اختیار کرتے ہیں کہ قرآن کے عموم کی تخصیص حدیث رسولؐ سے نہیں ہو سکتی۔

جیسے رجم (سنگ ساری) کا مسئلہ ہے۔ منکرین حدیث کہتے ہیں قرآن کریم میں ﴿ الزانیۃ

والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة﴾[النور: ۲] ''زانی مرد اور زانی عورت ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو'' عام ہے جس میں کنوارے اور شادی شدہ دونوں شامل ہیں۔ اس لیے دونوں کی سزا ایک ہی ہے، سو کوڑے۔ (فراہی گروہ بھی یہی کہتا ہے جس کا ایک اور نام غامدی گروپ بھی ہے)۔

قرآن کریم کے اس عام حکم کی بابت یہ کہنا کہ حدیث رسولؐ کی رُو سے یہ سزا صرف غیر شادی شدہ مرد و عورت کیلئے ہے اور حدیث نے اسے صرف کنواروں کیلئے خاص کر دیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ اور زانیوں کی رجم کی سزا عملاً دی بھی ہے اور اپنے فرمان کے ذریعے سے شادی شدہ زانیوں کیلئے یہی سزا بیان بھی فرمائی ہے۔ لیکن منکرین حدیث اور فراہی گروہ کا پرنالہ وہیں کا وہیں ہے اور ان کا راگ یہی ہے کہ سزائے رجم کا اثبات قرآن کے عموم کے خلاف اور قرآن پر زیادتی ہے۔

بتلایئے! منکرین حدیث (قدیم وجدید) میں اور اہل فقہ میں فرق کیا ہے؟ قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث کی حجیت میں دونوں کا طرز استدلال اور طرز عمل ایک ہے فرق کہاں ہے؟

کہ کہنا کہ ہم ''خبر واحد'' سے عموم قرآن کی تخصیص کے قائل نہیں اور صرف اسے ہی قرآن پر زیادتی قرار دیتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ ''دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے'' والی بات ہے، یعنی اپنے دل کو مطمئن کرنے یا دل کو دھوکہ دینے والی بات ہے کہ ہم حدیث کا انکار نہیں کر رہے ہیں، حدیث آحاد کا انکار کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حدیث آحاد سے قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں ہو سکتی، یہ اصول کس نے بنایا یا بتلایا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے کہ میرا قرآن بہت مقدس ہے، اس کے عموم کی تخصیص حدیث آحاد سے نہیں کرنا، یہ میرے مقدس کلام کی توہین یا اس پر زیادتی ہے؟ یا امام ابوحنیفہؒ نے بنایا ہے جن کی تقلید کا دم آپ بھرتے ہیں کہ میرا قول خبر واحد (حدیث رسولؐ) سے زیادہ اہم ہے، اس لیے جب خبر واحد سے اس کا ٹکراؤ ہو تو میرا قول اس پر مقدم ہے، اسی لیے آپ مسئلہ زیر بحث میں رسول اللہ ﷺ کے ثابت شدہ صحیح فرمان کو خبر واحد کہہ کر ٹھکرا رہے ہیں، محض اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلالہ ملعونہ کے ذریعے سے نکاح اگرچہ مکروہ ہے لیکن ہو جاتا ہے۔ تو کیا یہ اصول امام صاحب یا ان کے تلامذہ صاحبین کا بنایا ہوا ہے؟

آخر یہ اصول کس نے بنایا ہے جو منکرین حدیث کی فکر سے ہم آہنگ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے مجرمانہ حد تک بے اعتنائی کا مظہر ہے؟

پھر یہ ''اصول'' اگر اتنا ہی ''مقدس'' ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو فقہ کے بہت سے مسائل بھی اس سے ٹکراتے ہیں تو وہاں اس اصول کو کیوں استعمال نہیں کیا جاتا اور اس سے متضاد فقہ کے مسائل کو کیوں رد نہیں کیا جاتا؟

جیسے فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ حق مہر دس درہم سے کم مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن کے عموم سے حق مہر کی کمی بیشی جائز ہے اور، احادیث میں تو بڑی صراحت سے اس کے ثبوت موجود ہیں۔ کیا کم از کم دس درہم حق مہر مقرر کرنے کو لازم قرار دینا، قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں ہے؟

عموم قرآن کی اس تخصیص کیلئے علمائے احناف کے پاس کون سی متواتر حدیث ہے؟ بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس فقہی مسئلے کے اثبات کیلئے، جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے، علمائے احناف کے پاس متواتر حدیث تو کجا کوئی صحیح خبر واحد بھی نہیں ہے۔ یہ فقہی مسئلہ سراسر ضعیف حدیث پر مبنی ہے جبکہ صحیح ترین احادیث کی رُو سے کم سے کم مہر، حتیٰ کہ تعلیم قرآن یا قبول اسلام (کسی مرد کا) کو بھی حق مہر مقرر کیا جاسکتا ہے۔

کیا مشق ناز کیلئے احادیث رسولؐ ہی رہ گئی ہے؟ کیا فقہ کے بے سروپا مسائل، احادیث رسولؐ سے ثابت شدہ مسائل کے مقابلے میں زیادہ اہم ہیں کہ ان کو تو صحیح احادیث کے باوجود خبر آحاد کہہ کر نہایت آسانی سے رد کر دیا جاتا ہے لیکن فقہی مسئلہ بے دلیل ہونے اور عموم قرآن کے خلاف ہونے کے باوجود محترم اور مقدس ہے۔ یہ حدیث رسول کو ماننا ہے یا خود ساختہ فقہ کو ماننا ہے؟ قرآن کو ماننا ہے یا تقلیدی جمود کا مظاہرہ ہے؟ یہ تو بات واضح کرنے کیلئے ایک مثال دی ہے ورنہ فقہ حنفی کے متعدد مسائل ہیں جو عموم قرآن کی تخصیص پر مبنی ہیں اور ان کیلئے ان کے پاس متواتر احادیث تو کجا سرے سے کوئی خبر واحد بھی نہیں ہے، جیسے نصاب سرقہ کا مسئلہ ہے، نبیذ تمر سے وضو کرنے کا مسئلہ ہے وغیرہ۔ ان کے اثبات کیلئے ان کے پاس کون سی معقول دلیل ہے اور کس بنیاد پر انہوں نے ان کی وجہ سے قرآن کے عموم کی تخصیص کر کے قرآن پر زیادتی کی ہے؟

خبر واحد کی حجیت سے انکار صرف انہی مسائل میں کیوں جو فقہ کے خلاف ہیں اور جو مسائل فقہ حنفی میں ہیں اور وہ عموم قرآن کے خلاف ہیں، ان میں خبر واحد حجت کیوں ہے؟ بلکہ وہاں تو ضعیف حدیث بھی، جو سرے سے دلیل ہی نہیں ہے، وہ بھی حجت ہے۔ حدیثی مسائل اور فقہی مسائل کے اثبات میں یہ دوعملی بلکہ ایک کے ساتھ معاندانہ اور دوسرے کے ساتھ مفاہمانہ طرز عمل کیوں؟ اور اس سے کیا یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کو

اصل محبت تو خودساختہ فقہ اور اس کے مسائل سے ہے اور قرآن وحدیث کے ساتھ آپ کا معاملہ صرف واجبی سا ہے بلکہ ان کا استعمال اور اس سے استدلال ایک خصوصی غرض (فقہی مسائل کے اثبات) کی وجہ سے ہے، جہاں یہ غرض پوری ہوتی ہے، وہاں خبر واحد تو کیا ضعیف و منقطع حتیٰ کہ موضوع روایات بھی قابل قبول، بصورت دیگر صحیح ترین احادیث بھی وضعی اور خودساختہ اصولوں کی سان پر چڑھا کر مردود قرار دے دی جاتی ہیں۔ چہ خوب؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر قرآن کے عموم سے اگر حلالہ ملعونہ کے ذریعے سے نکاح کا جواز ثابت ہے تو پھر شیعوں کا نکاح متعہ بھی جائز ہونا چاہیے، کیونکہ قرآن کے عموم سے آپ اس کو کس طرح خارج کریں گے؟ حدیث کے ذریعے سے تو یقیناً نکاح متعہ خارج ہوسکتا ہے، حرام قرار پاسکتا ہے کیونکہ حدیث قرآن کی مخصص ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ حدیث متواتر ہے یا خبر واحد، صرف اس کا صحیح ہونا شرط ہے۔ لیکن اگر حدیث کو عموم قرآن کا مُخصِص نہیں مانا جائے گا تو صرف نکاح حلالہ ملعونہ ہی جائز نہیں ہوگا بلکہ نکاح متعہ بھی جائز ہوگا اور عارضی نکاح بھی جائز ہوگا جو آج کل بعض حضرات نے تعلیمی ضرورت پوری کرنے کیلئے جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے پاک وہند میں ایک فراہی گروہ ہے جس کو پاکستان میں غامدی گروہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ گروہ بھی اپنے نظریات کے خلاف احادیث کو نہیں مانتا۔ اس لیے یہ گروہ بھی اس حدیث کو نہیں مانتا جس میں دوسرے خاوند کیلئے ہم بستری کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ گروہ ''تنکح'' کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے صرف عقد نکاح کے بعد ہی (ہم بستری کے بغیر) طلاق دے دینے کے بعد زوج اول سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے۔ عموم کی منطق سے انکار حدیث پر مبنی یہ گمراہانہ نظریہ بھی صحیح ہوگا۔

مآخذ شرعیہ میں قرآن کریم کے بعد سب سے بڑا اور دوسرا ماخذ حدیث نبوی ہے اور احادیث کا بیشتر حصہ، بلکہ 98 فیصد حصہ احادیث آحاد پر مشتمل ہے۔ اگر احادیث آحاد کی صحت و حجیت۔ نعوذ باللہ۔ مشکوک ہے تو دین کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے اسی لیے فقیہ الامت، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے صحیح البخاری میں ''کتاب اخبار الآحاد'' میں اس مسئلے یعنی حجیت خبر واحد کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کر کے اس کی خصوصی اہمیت کو اجاگر اور ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ حدیث صحیح مطلقاً حجت ہے اور اس سے قرآن

کے عموم کی تخصیص بھی بالکل صحیح ہے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

اس کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ کے قول میں زنا کے ساتھ اس عمل کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے عدم انعقاد میں نہیں جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں زوجین کو تفریق کا حکم نہیں دیا۔'' [درس ترمذی]

تبصرہ

اس کو کہتے ہیں، (توجیه القول بما لا یرضی به القائل) یعنی'' کہنے والے کی بات کی اس طرح توجیہ کرنا کہ کہنے والا اس کو پسند نہ کرے۔'' کیونکہ وہ توجیہ یا تاویل اس کے مقصد اور منشا کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی توجیہ عثمانی بھی حضرت ابن عمرؓ کے مقصد و منشا کے یکسر خلاف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے قول میں نکاح حلالہ کی بابت فرما رہے ہیں کہ ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زنا کاری سمجھتے تھے اور موصوف اس کا مطلب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ زنا کے ساتھ نکاح حلالہ کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے عدم انعقاد میں نہیں۔ انا لله و انا الیه راجعون. گویا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ نکاح حلالہ والا عمل ہے تو یقیناً زنا لیکن نکاح منعقد ہو گیا۔

لیکن نکاح منعقد ہو گیا، والا مطلب، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کن الفاظ سے نکلتا ہے؟ ہمارے فہم سے تو بالا ہے۔ روایت میں تو ایسے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمرؓ اس کو زنا کاری فرما رہے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایسا نکاح ان کے نزدیک حرام ہے، وہ نکاح ہے ہی نہیں۔ اگر ان کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوتا تو پھر وہ اسے زنا کاری کیوں کہتے؟ اگر اس کا مطلب وہ لیا جائے جو مولانا تقی عثمانی صاحب بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تشبیہ صرف حرمت میں ہے، عدم انعقاد میں نہیں (اگرچہ یہ مطلب ان کے کسی لفظ سے نہیں نکلتا) تاہم اگر اس مطلب کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک نعوذ باللہ زنا کاری بھی نکاح کے جواز کا ایک ذریعہ ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے اور زنا سے بھی انعقادِ نکاح صحیح ہے؟ اگر واقعی زنا سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو پھر باقاعدہ نکاح کرنے کی اور اس کے انتظام میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو کسی عورت کو قابو کر کے اس سے زنا

کرلو اور سمجھ لو نکاح ہو گیا اور پھر ساری عمر اس سے زنا کاری کرتے رہو۔ اگر حضرت ابن عمرؓ کے قول کی یہ حنفی توجیہ صحیح ہے تو پھر عمل زنا بھی نکاح کا ایک ذریعہ ہے؟ سبحان اللہ کیا فقاہت ہے؟ اور حنفی مدارس میں قرآن و حدیث کی تدریس کا کیا انداز ہے؟

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی اہمیت اور اس کی بے بنیاد تاویل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث جو پہلے پوری بیان ہو چکی ہے، نہایت اہم ہے اس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اپنے سمیت تمام صحابہ کا یہ مؤقف بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نکاح حلالہ کو زنا کاری سمجھتے تھے۔ ہمارے نزدیک اس سے نکاح حلالہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ انعقادِ نکاح کا۔ لیکن اس کے برعکس مولانا تقی عثمانی صاحب مسندِ حدیث پر بیٹھ کر فرما رہے ہیں کہ اس سے عدم انعقاد ثابت نہیں ہوتا۔ گویا یہ الفاظ دیگر جواز نکاح ثابت ہوتا ہے۔ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے کن الفاظ سے انہوں نے یہ مطلب اخذ کر کے اپنی حنفی فقہ ان کے سر منڈھ دی ہے، اس کی وضاحت فرمائیں۔

اپنی بات کو مؤکد کرنے کیلئے آگے انہوں نے فرمایا ہے:

''جس کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس معاملے میں زوجین کو تفریق کا کوئی حکم نہیں دیا۔'' لیکن ہمارا یہاں بھی یہی سوال ہے کہ مذکورہ روایت کے کن الفاظ سے آپ نے یہ تاثر لے کر اس سے اپنے مؤقف کی تائید کشید کی ہے؟ روایت میں تو سرے سے اس قسم کے قطعاً کوئی الفاظ ہی نہیں ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے تفریق کا کوئی حکم نہیں دیا۔ اس میں تفریق یا عدم تفریق کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، اس سے عدم تفریق کا تأثر لینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک سائل ایک مفتی صاحب سے پوچھتا ہے: میں نے فلاں طریقے سے ایک عورت سے نکاح کیا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں: یہ تو زنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس کو زنا سمجھا جاتا تھا۔

فرمایئے! کیا اس جواب سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ زنا کے ساتھ اس طریق نکاح کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے، عدم انعقاد میں نہیں۔ مفتی صاحب کے قول سے اس کا زنا ہونا تو واضح ہے لیکن اس سے نکاح کا انعقاد ثابت ہو جاتا ہے۔ جب کہ مفتی صاحب نے نکاح کے منعقد ہونے یا نہ ہونے کا کوئی

ذکر ہی نہیں کیا، اسے صرف زنا قرار دیا۔ کیا زنا قرار دینے کے باوجود اس سے انعقاد نکاح کا اثبات کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ فتویٰ زنا اور عدم انعقاد نکاح کے بارے میں بالکل واضح ہے، کیونکہ زنا قرار دینے کے بعد مزید کسی بات کی صراحت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ لیکن سائل اعلان کرنا شروع کر دے کہ مفتی صاحب نے میرے نکاح کو جائز قرار دے دیا ہے۔ کیا سائل کا ایسا سمجھنا صحیح ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت دوبارہ پڑھ لیں، اس میں صرف یہ ہے کہ نکاح حلالہ زنا ہے، اس سے نکاح کا جواز کس طرح ثابت ہو جائے گا؟ آپ افتاء و درس حدیث کی نہایت اونچی مسند پر بیٹھ کر زنا کاری کا فتویٰ ابن عمرؓ سے، جو حرمت نکاح میں صریح ہے، جواز نکاح کا اثبات فرما رہے ہیں؟ (ان هذا اِلّا شئی عجاب)

ساتویں آخری دلیل: مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''نکاح بشرط التحلیل ناجائز ہونے کے باوجود منعقد ہو جاتا ہے، اس پر حنفیہ کی دلیل مُصنَّف عبدالرزاق میں حضرت عمرؓ کا ایک فتویٰ ہے (**عن ابن سيرين قال: ارسلت امرأة الى رجل فزوّجته نفسها ليحلها لزوجها، فامره عمر أن يقيم عليها و لا يطلقها و اوعده بعاقبة ان طلقها**) معلوم ہوا کہ انہوں نے اس نکاح کا منعقد شمار کیا، واللہ اعلم۔'' [درس ترمذی 3/398۔401 از مولانا تقی عثمانی کراچی]

تبصرہ

اس روایت کا ترجمہ بھی مولانا موصوف نے پیش نہیں کیا۔ پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔ ابن سیرین نے بیان کیا کہ ایک عورت نے ایک مرد سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ وہ اسے پہلے شوہر کیلئے حلال کر دے (چنانچہ اس نے اس سے نکاح کر لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس ہی رکھے اور اسے طلاق نہ دے بلکہ کہا: اگر اس نے طلاق دی تو مستوجب سزا ہوگا۔ اس سے بقول مولانا عثمانی صاحب معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نکاح حلالہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

حالانکہ ابن سیرین، جو حضرت عمرؓ کے دور کا یہ واقعہ بیان کر رہے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بالکل آخری دور میں پیدا ہوئے، وہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں 6,5 سال کے بچے ہوں گے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ بیان کر رہے ہیں؟ اس اعتبار سے یہ روایت سخت منقطع ہے۔ اس کے برعکس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ صحیح سند سے ہم بیان کر آئے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا ہو، میرے پاس لائے جائیں گے تو میں ان دونوں کو رجم کی سزا دوں گا۔ اب اہل انصاف، جن کے دل میں ذرا بھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، فیصلہ کرلیں کہ ایک سب سرو پا (سخت منقطع) روایت میں بیان کردہ بات صحیح ہے یا صحیح السند روایت میں بیان کردہ فیصلہ؟ اور جرح وتعدیل کی میزان میں حضرت عمرؓ کا کون سا فیصلہ صحیح ہے؟ نکاح حلالہ کے زنا کاری ہونے کا یا نکاح حلالہ سے نکاح کے منعقد ہو جانے کا؟ یہ دونوں فیصلے ایک دوسرے کی نقیض اور یکسر متضاد ہیں۔ یہ تو قطعاً نہیں ہوسکتا کہ بیک وقت دونوں کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح ہو؟ ان میں سے یقیناً ایک ہی فیصلہ صحیح ہے، وہ کون سا ہے، صحیح السند والا یا منقطع السند والا؟

صاحب انصاف سے انصاف داد طلب ہے۔ یہ سات ''دلیلیں'' تھیں جو مولانا تقی عثمانی صاحب نے ایک صریح حرام کو حلال کرنے کی اور زنا کاری کو نکاح ثابت کرنے کیلئے پیش فرمائی ہیں اور یہ ان کی مطبوعہ کتاب ''درس ترمذی'' میں موجود ہیں، الحمدللہ ہم نے ان کی حقیقت واضح کر دی ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ احناف کا ''نکاح حلالہ'' اور شیعوں کا ''نکاح متعہ'' اصل میں دونوں ایک ہیں اور مذہب کے نام پر زنا کاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی حنفی عالم اپنی بیوی، بیٹی یا بہن کو کبھی حلالہ کیلئے کسی مرد کے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا اور اسی طرح کوئی شیعہ ذاکر اور مجتہد، چاہے وہ متعہ کے کتنے بھی فضائل بیان کرے، اپنی بیٹی، بیوی یا بہن کو ''نکاحِ متعہ'' کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ کیونکہ یہ دونوں نکاح، نکاح نہیں، بے غیرتی کے مظاہر ہیں۔ (جاری ہے)۔

جامع مسجد اہل حدیث پوران میں عظیم الشان جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مورخہ 13 اپریل بروز اتوار دن گیارہ بجے جامع مسجد اہل حدیث پوران میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مناظر اسلام حضرت مولانا سید طیب الرحمٰن شاہ زیدی (اسلام آباد) نے توحید وسنت کے موضوع پر عالمانہ وفاضلانہ خطاب کیا۔ اس پروگرام میں پوران کے علاوہ گردونواح سے کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جہلم سے مولانا قطب شاہ، جناب صدیق احمد یوسفی اور حافظ عبدالرحمٰن زاہد پروگرام میں شریک ہوئے۔ پروگرام کے آخر میں شرکاء کی ضیافت کی گئی۔